دعوتِ علماء

از

سیّدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد

خلیفۃ المسیح الثانی

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ
ھُوَالنَّاصِرُ

دعوتِ علماء

اے علماء کرام! جو جلسہ غیر احمدیان کے موقع پر قادیان تشریف لائے ہیں مَیں آپ لوگوں سے چند باتیں خلوصِ نیت اور محبت بھرے دل کے ساتھ کہنی چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ آپ بھی اسی محبت اور اخلاص کے ساتھ ان پر غور کریں گے جس محبت اور اخلاص سے کہ مَیں ان کو پیش کرنے لگا ہوں۔

آپ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارا اختلاف ایک مذہبی اختلاف ہے کوئی دنیاوی جھگڑا یا حق رسی کا سوال ہمارے اور آپ کے درمیان پیدا نہیں ہوا۔ یہی لوگ جو اس جلسہ کے بانی ہوئے ہیں کچھ عرصہ پہلے اپنی خوشیوں اور اپنے غموں میں ہمارے آباء کی طرف رجوع کرتے تھے اور وہ بھی جس طرح باپ اپنے بیٹے سے محبت کا سلوک کرتا ہے عُسر اور یُسر میں ان کے شریک ہوتے اور خود تکلیف اُٹھا کر ان کو آرام پہنچاتے تھے۔ حالات سے ناواقف نوجوان جو چاہیں کہیں اور کریں مگر قادیان اور اس کے اردگرد کے بوڑھے اس امر کی شہادت دیں گے کہ ہمارے آباء نے اپنے عروج کے وقت بھی جب ان کو قادیان اور اس کے اردگرد کے علاقہ پر حکومت حاصل تھی ان سے محبت کا تعلق ہی رکھا تھا اور جب وہ اپنی حکومت کھو بیٹھے اور صرف زمینداروں اور جاگیرداروں کی حیثیت ان کی رہ گئی تب بھی وہ ان سے حُسنِ سلوک ہی کرتے رہے اور یہ لوگ بھی ان سے اعزاز واکرام ہی کے ساتھ پیش آتے رہے۔ یہ اختلاف جو اب نظر آرہا ہے اسی وقت سے شروع ہوا ہے جب

حضرت مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مأموریت کا دعویٰ کیا اور دُنیا کی اصلاح کا کام شروع کیا۔ پس جب ان لوگوں سے جو قادیان اور اس کے نواح کے رہنے والے ہیں ہمارا کوئی دنیاوی اختلاف نہیں تو آپ لوگ جو دُور دُور کے شہروں سے آئے ہیں آپ کے اور ہمارے درمیان کوئی دنیاوی اختلاف کیونکر ہو سکتا ہے اور جب کہ ہمارا اختلاف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو چاہئے کہ اس اختلاف کو ہم اسی رنگ میں مٹانے کی بھی کوشش کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کے منشا کے مطابق ہو اور جس سے ان کی خوشنودی ہمیں حاصل ہو۔ یہ نہایت ہی افسوس کا مقام ہوگا اگر ہم خدا تعالیٰ کے لئے آپس میں اختلاف کریں اور پھر اپنے اعمال اور اپنے اقوال سے اس کو ناراض کر دیں۔ اس صورت میں ہماری مثال شاعر کے اس مقولہ کے مطابق ہو جائے گی کہ

نہ خدا ہی ملا نہ وصالِ صنم
نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

دنیا تو ہم نے اختلاف سے کھو دی اور دین اختلاف کے مٹانے کے لئے جو طریق ہم نے اختیار کیا اس سے برباد کر دیا۔

جب سے آدم علیہ السلام کی نسل دنیا میں پھیلی ہے اختلاف خیالات چلا آتا ہے اور جب تک اس زمین پر انسان بسے گا اختلاف ہوتا رہے گا۔ پس یہ چاہنا کہ اختلاف خیالات دُنیا سے مٹ جائے ایک عبث خیال ہے جو نہ آج تک کسی سے پورا ہو سکا اور نہ آئندہ ہو سکے گا۔ اختلاف طبائع ہی انسان کی ترقی کا باعث ہے۔ اگر طبائع کا اختلاف نہ ہوتا تو آج اس قدر پیشے اور مشاغل دنیا میں کیونکر نظر آتے اور اس قدر علمی ترقی کس طرح ہوتی۔ اسی امر کو مدنظر رکھ کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِخْتِلَافُ اُمَّتِیْ رَحْمَۃٌ★ میری اُمت کا اختلاف بھی رحمت ہوگا یعنی وہ اختلاف جو اختلاف طبائع کی حد کے اندر محدود رہے گا۔ غرض اختلاف کا ہونا تو ضروری ہے لیکن ناپسند بات یہ ہے کہ اختلاف بڑھتے بڑھتے حق و باطل کا اختلاف ہو جائے یا یہ کہ اختلاف کے وقت انسان اپنے آپ سے اسقدر باہر ہو جائے کہ تقویٰ اور دیانت کو بالکل چھوڑ بیٹھے اور اپنی بات کی تیچ اسے اس قدر ہو جائے کہ وہ اس کے ثابت کرنے اور منوانے کے لئے جھوٹ اور دھوکے سے بھی پرہیز نہ کرے اور خدا کے خوف کو بالائے طاق رکھ کر اپنی غلطی کو سمجھ کر بھی اس پر

★ کنز العمال جلد ۱۰ صفحہ ۱۳۶ حدیث نمبر ۲۸۶۸۶ مطبوعہ حلب ۱۹۷۱ء

مُصر رہے۔ یا جیت ہار کا خیال اسقدر اس کے دامنگیر ہو جائے کہ وہ دوسرے کی بات پر غور ہی نہ کرے یا اگر غور کرے تو اس خیال سے نہیں کہ اگر وہ سچی ہو تو اسے تسلیم کر لوں بلکہ اس خیال سے کہ اس میں سے کوئی نقص نکالوں اور اس کا کوئی عیب پکڑوں اور پھر اس وہمی عیب یا نقص کو لوگوں کے سامنے پیش کر کے ان کو حق کے قبول کرنے سے باز رکھوں۔ جب اختلاف یہ رنگ اختیار کر لے تو یہ اختلاف باوجود مذہبی اختلاف ہونے کے اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کے غضب کا موجب ہوتا ہے اور اس کی غیرت کو بھڑکاتا ہے کیونکہ اس کا مرتکب اپنی عزت کو اللہ تعالیٰ کی عزت پر اور اپنی کامیابی کو اللہ تعالیٰ کے دین کی کامیابی پر مقدم کر لیتا ہے۔ اسے یہ فکر نہیں رہتی کہ خدا کا جلال دُنیا میں ظاہر ہو بلکہ یہ فکر لگ جاتی ہے کہ میری عزت ہو اور لوگ سمجھیں کہ یہ بڑا عقلمند اور دانا انسان ہے۔ یہ مقام نہایت ہی خطرناک ہے لیکن لوگوں کی تعریف اور اپنے نفس کی بڑائی کا خیال بہت سے لوگوں کو اس مقام پر لاکر کھڑا کر دیتا ہے اور اس دنیا کی عزت کی خواہش آخرت کی وسیع زندگی کی ترقیات کو آنکھوں سے اوجھل کر دیتی ہے۔ اس لئے خدا پر یقین رکھنے والے بندوں کا فرض ہوتا ہے کہ وہ ہر ایک اختلاف کے موقع پر اپنی نیتوں اور ارادوں کو ٹٹولتے رہیں اور اپنے طریق عمل کو جانچتے رہیں تا ایسا نہ ہو کہ اختلاف مٹاتے مٹاتے اپنے آپ کو مٹا دیں اور بدی کا قلع قمع کرتے کرتے صداقت اور راستی کے گلے پر چُھری پھیر دیں۔ خصوصاً وہ لوگ جن کی باتوں کی طرف لوگ کان رکھتے ہیں اور جن کے فیصلہ کا لوگ احترام کرتے ہیں ان کو تو بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ ان کی غلطی کا اثر ان کی ذات تک ہی محدود نہیں رہتا بلکہ بہت سے دوسرے لوگ بھی ان کے پیچھے چل کر ہلاک ہو جاتے ہیں اور اس سے زیادہ قابلِ شرم کیا بات ہوگی کہ ایک شخص دوسرے پر اعتبار کر کے اپنا دین اور ایمان بھی اس کے سپرد کر دے اور وہ فخر و مباہات کی بازی میں اس کو بھی ہار دے۔ پس میں آپ لوگوں کو نہایت محبت اور اخلاص سے مشورہ دیتا ہوں کہ جبکہ ہمارا اختلاف محض اللہ کے لئے ہے تو آپ کو اس کے دُور کرنے کے لئے وہی طریق اختیار کرنا چاہئے جو اللہ تعالیٰ کی رضا کا موجب ہو اور اس کی خوشنودی کا باعث ہو۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ لوگ تمام کے تمام محض فتنہ کی نیت سے قادیان میں آئے ہیں یا آپ کا ظاہر اور باطن ایک نہیں ہے۔ میں مانتا ہوں کہ آپ میں سے بہت سے تہ دل سے یقین رکھتے ہوں گے کہ حضرت مرزا غلام احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دعویٰ غلط تھا یا یہ کہ انہوں نے خدا پر افتراء کیا تھا لیکن کسی بات کے باطل ہونے کا یقین اگر وہ سچی ہو تو

اللہ تعالیٰ کے مؤاخذہ سے انسان کو بچا نہیں دیتا۔ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ اس کے سچے یا جھوٹے ہونے کو انسان ان دلائل کے ذریعے سے پرکھے جن دلائل کے ذریعے سے کہ اسی قسم کی صداقتیں پرکھی جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص ایک بات کی سچائی کو اس ذریعہ سے نہیں معلوم کرتا جو اللہ تعالیٰ نے اس قسم کی سچائی کے معلوم کرنے کے لئے مقرر کیا ہے تو وہ لاکھ یقین رکھتا ہو کہ وہ بات جھوٹی ہے خدا تعالیٰ کے حضور سرخرو نہیں ہو سکتا اور اس کا یہ کہنا کافی نہیں کہ میں اس بات کو جھوٹا سمجھتا تھا اس لئے میں نے اسے نہیں مانا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب مخالف آپؐ کا مقابلہ شرارت سے ہی نہیں کرتے تھے بہت تھے جو واقع میں آپؐ کو جھوٹا سمجھتے تھے لیکن کیا وہ اس یقین کی وجہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ جھوٹے ہیں خدا تعالیٰ کے مؤاخذہ سے بچ جائیں گے۔ اس وقت بھی لاکھوں کروڑوں ہندو اور عیسائی (مسیحی) سچے دل سے یقین کرتے ہیں کہ رسول کریم (صلی اللہ علیہ وسلم) نعوذ باللہ من ذالک سچے نہ تھے تو کیا ان کا یہ یقین ان کو سزا سے بچالے گا ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان سے یہ سوال کیا جائے گا کہ نبیوں کے پہچاننے کے لئے جو طریق مقرر ہیں کیا انھوں نے ان طریقوں کو استعمال کیا تھا کہ ان کو معلوم ہوا کہ آپؐ جھوٹے تھے؟ ابو جہل کی نسبت تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹے ہونے پر اس قدر یقین تھا کہ اس نے جنگ بدر جیسے نازک موقع پر جبکہ دونوں فریق مقابلہ کے لئے تیار کھڑے تھے مباہلہ تک سے گریز نہ کیا★ اور دُعا کی کہ جو جھوٹا ہو اس پر آسمان پر سے پتھر برسیں یا کوئی اور سخت عذاب نازل ہو۔ چنانچہ قرآن کریم میں سورۃ انفال میں ابو جہل کی اس دُعا کا ان الفاظ میں ذکر ہے:۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔ (الانفال ۳۳)

مگر باوجود اس یقین کے جو اسے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جھوٹا ہونے پر تھا (نعوذ باللہ) وہ اللہ تعالیٰ کے حضور بری الذمہ نہیں ہوگا کیونکہ اس سے کہا جائے گا کہ خالی یقین کافی نہیں تو یہ بتا کہ کیا تو نے اس رسولؐ کو ان ذریعوں سے پہچاننے کی کوشش کی تھی جن سے کہ سچے نبی پہچانے جاتے ہیں اور اس سوال کا جواب اس کے پاس کچھ نہ ہوگا۔

غرض صرف کسی شخص کے جھوٹے ہونے کا یقین اس بات کے لئے کافی نہیں ہوتا کہ اس کی مخالفت کی جائے اور یہ یقین اللہ تعالیٰ کی گرفت سے آدمی کو بچا نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ یہ بھی دیکھتا ہے

★ سیرت ابن ہشام عربی جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ مطبوعہ مصر ۱۹۳۶ء

کہ اس قسم کے یقین کی وجہ کیا تھی؟ کوئی شخص دروازہ بند کر کے بیٹھ جائے اور دوپہر کو سحری کھالے تو اس کا روزہ نہیں ہو جائے گا اس کا یہ بھی فرض تھا کہ دروازہ کھول کر دیکھتا کہ سحری کا وقت کب آیا۔ اسی طرح جو لوگ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے متعلق لوگوں کا اسی قدر فرض نہیں کہ وہ دیکھیں کہ ان کا دل ان کے متعلق کیا کہتا ہے؟ یا یہ کہ ان کے بعض خیالات سے اس کی صداقت کا کیا ثبوت ملتا ہے؟ بلکہ ان کا فرض ہے کہ منہاج نبوت سے اس کے دعوے کو پرکھیں اور اگر دعویٰ سچا پائیں تو اس کو قبول کرلیں ورنہ رد کر دیں۔

پس آپ لوگ جو قادیان تشریف لائے ہیں۔ میں آپ کو مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ آپ منہاجِ نبوت پر حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعویٰ کو پرکھیں اور انکار کرنے سے پہلے اس بات کو اچھی طرح سوچ لیں کہ یہ بات معمولی نہیں ہے۔ اگر مرزا صاحب سچے تھے تو اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ پر بڑی ذمہ داری عائد ہو جاتی ہے اور وہ لوگ جو آپ لوگوں کے کہنے سے حق کے قبول کرنے سے محروم رہ جائیں ان کے گناہ کا وبال بھی آپ کی گردنوں پر پڑتا ہے۔

اسلام کی حالت اس وقت سخت نازک ہے اور مسلمان گرتے گرتے انتہائی ذلت کو پہنچ گئے ہیں اگر آج بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی ترقی کا کوئی سامان نہ ہوتا تو پھر اسلام اور دوسرے مذہبوں میں فرق کیا رہ جاتا؟ اس زمانہ سے پہلے بہت چھوٹے چھوٹے فتنوں کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجدّد آتے رہے ہیں اور قریباً تمام مسلمان اس امر کے قائل ہیں کہ ان مجددوں اور ولیوں کے ذریعے دین اسلام کی حفاظت ہوتی رہی ہے۔ حضرت سید عبد القادر صاحب جیلانی، حضرت معین الدین صاحب چشتی، حضرت سید احمد صاحب سرہندی رضی اللہ عنہم اور ہزاروں بزرگ ان فتنوں کے فرو کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں۔ مگر تعجب ہے کہ اس وقت کے فتنہ کے فرو کرنے کے لئے جسکے مقابلہ میں زمانہ ماضی کے فتنے بالکل بے حقیقت ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی بھی شخص نہیں بھیجا گیا اور اگر کوئی شخص بھیجا گیا تو نعوذ باللہ من ذالک وہ ایک دجّال اور مفتری انسان تھا اور پھر غضب یہ ہؤا کہ اس نازک موقع پر اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمان پر ایسے نشان بھی ظاہر کر دیئے جو مسیح موعود اور مہدی مسعود کے زمانہ کے لئے مقرر تھے۔ اگر یہ بات فی الواقع سچ ہو تو پھر ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کا اپنا منشاء ہے کہ مسلمان گمراہ ہوں اور دینِ اسلام تباہ ہو۔ نعوذ باللہ من ذالک۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی شان سے یہ بات بعید ہے کہ وہ ایسا کرے۔ پس حق یہی ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب اللہ تعالیٰ کی طرف مأمور ہیں اور ان کو

اللہ تعالیٰ نے دین اسلام کے قیام اور اس کی مضبوطی کے لئے مبعوث فرمایا ہے۔

آپ لوگ غور تو کریں کہ کیا جھوٹے آدمیوں سے اللہ تعالیٰ کا یہی سلوک ہُوا کرتا ہے جو آپ سے ہُوا؟ اور کیا جھوٹے لوگ اسلام کی اسی طرح خدمت کیا کرتے ہیں جو آپ نے کی؟ اس وقت اللہ تعالیٰ آپؑ کی جماعت کے ذریعے سے جو بظاہر نہایت غریب اور کمزور ہے وہ کام لے رہا ہے جو دوسرے تیس کروڑ مسلمانوں سے نہیں ہو سکتا۔ ان کے ذریعے سے دشمنانِ اسلام سے اسلام کی خوبیوں کا اعتراف کروایا جا رہا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دینے والوں کی زبانوں سے آپ پر درود بھجوایا جا رہا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ان لوگوں کے کارنامے کیا ہیں جو تعداد میں، مال میں، رُعب میں، طاقت میں اس جماعت سے ہزاروں گنے بڑھ کر ہیں سوائے اس کے کہ وہ اس خدا کے برگزیدہ کو اور اس کی جماعت کو گالیاں دے چھوڑیں اور وہ کیا کام کر رہے ہیں۔ اسلام میں کسی کو داخل کرنا تو ان کے لئے مشکل ہے وہ لوگ جو اسلام کے لئے اپنے اموال اور اپنی جانوں کو قربان کر رہے ہیں ان کی پیٹھ میں خنجر بھونکنا اور خدمت اسلام سے باز رکھنے کی کوشش کرنا ان کا شغل بن رہا ہے۔ پس ان حالات پر غور کریں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت کے مطابق اس خدا کے برگزیدہ کو قبول کریں تا اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو عزت نصیب ہو اور اس کے فضل کے آپ لوگ وارث ہوں۔ بیشک اگر آپ لوگ حق کو قبول کریں گے تو ہماری مشکلات اور تکالیف میں بھی آپ کو شریک ہونا ہو گا اور سب دُنیا کی دشمنی آپ کو برداشت کرنی ہو گی اور وہی لوگ جو آج آپ کی باتوں پر مرحبا اور جزاک اللہ کے نعرے لگاتے ہیں آپ کو گالیاں دیں گے لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں گالیاں سننے سے زیادہ اور کونسا شیریں کلام ہو سکتا ہے؟ خدا تعالیٰ کی خاطر ذلت برداشت کرنا ہی اصل عزت ہے اور یہ بات حق کے قبول کرنے میں آپ کے لئے ہرگز روک نہیں ہونی چاہئے۔

لیکن اگر باوجود ان تمام دلائل اور براہین کے جو اللہ تعالیٰ نے حضرت مرزا غلام احمدؑ کی صداقت کے اظہار کے لئے نازل کئے ہیں ابھی آپ کو ان کی صداقت میں تردد ہے تو پھر میں آپ کو نصیحت کروں گا کہ بجائے ایک خطرناک راستہ پر قدم مارنے کے اور بلا تحقیق اور بلا کافی وجوہ کے ایک مدعی مأموریت پر حملہ آور ہونے کے آپ اپنی قادیان کی آمد کو غنیمت سمجھ کر اس تحقیق میں لگ جاویں جو قادیان سے باہر آپ نہیں کر سکتے تھے۔

مثلاً یہ کہ کیا ان لوگوں کے جو مولوی اور عالم کہلاتے تھے اور کہلاتے ہیں بیانات درست ہیں

جنہیں وہ آپ کے خاندان کے متعلق شائع کر کے لوگوں کو آپؑ پر بدظن کرتے تھے کیا فی الواقع آپ کا خاندان قادیان اور اس کے ارد گرد کے علاقہ میں اسی عزت کا مستحق نہیں رہا جو آپؑ نے اپنی کتابوں میں تحریر فرمائی ہے؟ اور پھر یہ سوچیں کہ جس شخص کے خلاف لوگوں کو بھڑکانے کے لئے بعض علماء کو اس قدر عزفریزی کرنی پڑی کہ جھوٹ سے بھی پرہیز نہ کیا۔ کیا وہ اپنی شان میں اس قدر بالا نہ تھا کہ حق کے ذریعے سے اس پر حملہ نہیں کیا جا سکتا تھا؟ پھر یہ بھی لوگوں سے دریافت کریں کہ کیا آپ کی ذاتی وجاہت ایسی ہی گری ہوئی تھی جیسی کہ آپؑ کے مخالف علماء بیان کیا کرتے ہیں؟ اور اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ آپ نے دنیاوی فوائد کا کوئی راستہ کھلا نہ دیکھ کر مذہبی پیشوائی کی تجویز نکالی؟ اور اگر واقعات اور شہادت سے اس الزام کو سراسر جھوٹ پائیں تو واپس جا کر ان علماء کو خاص طور پر ملیں جو اس قسم کی باتیں آپ کی نسبت لکھا کرتے ہیں اور بیان کیا کرتے ہیں اور ان سے کہیں کہ آپ لوگ اس قدر جھوٹ بول کر اور افتراء سے کام لے کر اسلام کو بدنام نہ کریں اور کچھ تو عالم کہلا کر اپنے نام کی لاج رکھیں اور سچ سے بھی کام لیا کریں۔

اسی طرح آپ اس معیار قرآنی کی تحقیق کریں جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت قرآنی میں بیان فرمایا ہے

قُلْ لَّوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَاۤ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۔ (یونس: ۱۷) یعنی ان سے کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو میں ہرگز اس تعلیم کو تمہارے سامنے پیش نہ کرتا اور نہ اللہ ہی اس تعلیم کو تمہارے لئے ظاہر کرتا تم خود ہی غور کر کے دیکھ لو کہ اس سے پہلے ایک عمر میں نے تم لوگوں میں گزاری ہے کیا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھ سکتا ہوں۔ اگر میری گذشتہ زندگی صاف طور پر بتا رہی ہے کہ میں جھوٹ سے بکلی پرہیز کرنے والا اور سچ کو کسی حالت میں چھوڑنے والا نہیں ہوں تو پھر سوچو کہ تم کیا کہہ رہے ہو اور میری تکذیب میں کہاں تک حق بجانب ہو۔ اس معیار صداقت کی آپ لوگ باہر اس طرح تحقیق نہیں کر سکتے جس طرح کہ قادیان میں۔ پس تعصب اور ضد کو اپنے دل سے دور کر کے اس معیار کی آپ لوگ اچھی طرح تحقیق کریں اور دیکھیں کہ کیا فی الواقع آپ دعویٰ سے پہلے ہر مذہب و ملت کے لوگوں کی نظروں میں اعلیٰ درجہ کے راستباز اور سچے تھے یا نہیں۔ قادیان اور اس کے گرد و نواح میں ہندو بھی بستے ہیں اور سکھ بھی اور آریہ بھی اور غیر احمدی بھی اور سب مذہبوں کے پیروؤں میں ایسے لوگ زندہ موجود ہیں جو آپ کی جوانی سے بلکہ بعض تو بچپن سے بھی آپ کے حالات سے واقف ہیں ان سے آپؑ کی زندگی کے حالات دریافت کیجئے۔ قادیان کے آریہ صاحبان میں

سے لالہ بڈھے مل صاحب ہیں جو شروع سے آپ کی مخالفت پر آمادہ رہے ہیں ان سے دریافت کیجئے لالہ ملاوامل صاحب ہیں جو اکثر آپ کی مجلس میں بیٹھا کرتے تھے ان سے پوچھئے ،سناتن دھرمیوں میں سے پنڈت جے کشن صاحب ہیں ان سے دریافت کیجئے ،سکھ صاحبان میں سے بھائی بوڑ سنگھ و بھائی گنیشا سنگھ ، بھائی بھگوان سنگھ صاحبان، غیر احمدیوں میں سے میاں امام الدین صاحب برادر میاں شادی صاحب قوم کشمیری و میاں علی بخش صاحب نائی، نواب راجپوت ، چراغ شاہ قریشی ، نکو ارائیں ، حسینا راجپوت ۔ پاس کے گاؤں والوں سے مثلاً کاہواں کے بھائی جھنڈا سنگھ صاحب سے اور بٹالہ کے شرفاء سے دریافت کیجئے مگر حلفی بیان لیجئے اور پھر سوچئے کہ کیا اس قسم کے راستباز انسان کی نسبت یہ خیال کیا جاتا ہے کہ وہ جھوٹا تھا۔ رات کو تو وہ راستی اور صداقت کا مجسمہ بن کر بیٹا اور صبح جھوٹ اور افتراء کا پُتلا بن کر اُٹھا۔ کیا سچ کے لئے تکلیف اُٹھانے والوں اور نقصان برداشت کر کے بھی حق نہ چھوڑنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی بدلا ملا کرتا ہے کہ ان کو دجّال اور مفسدین بنا دیا جایا کرتا ہے اور انکے ایمان کو سلب کر دیا جاتا ہے ؟ اور اگر ایسا ممکن ہے تو پھر قرآن کریم کی آیت مذکورہ کا کیا مطلب ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر راستبازوں کی راستبازی کا کیا ثبوت ہے ؟ اسی طرح آپ لوگ قادیان کے باشندوں اور اردگرد کے لوگوں سے یہ بھی دریافت کریں کہ دعویٰ کے بعد بھی دنیاوی معاملات میں وہ لوگ مرزا صاحبؑ کو کیسا سمجھتے تھے سچا یا جھوٹا ؟ دنیاوی معاملات کی شرط میں اس لئے لگاتا ہوں کہ جب مخالفت ہو جاتی ہے تو جس امر میں مخالفت ہوتی ہے اس میں عام طور پر کمزور طبع لوگوں کو اپنے جوشوں کو حد کے اندر رکھنے کی طاقت حاصل نہیں ہوتی اور اختلاف کی وجہ سے دوسروں کی اچھی بات بھی ان کو بُری معلوم ہوتی ہے اور جب اس تحقیق کے بعد بھی اسی نتیجہ پر پہنچیں کہ حضرت مرزا صاحبؑ کی زندگی بے لوث اور صادقوں کی زندگی تھی تو سمجھ لیں کہ ان پر جس قدر الزامات بعض مولوی صاحبان لگاتے ہیں وہ صرف ضد اور تعصب کا نتیجہ ہیں ان کی حقیقت کچھ نہیں۔ کیونکہ یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ ایک شخص کی زندگی شروع سے لے کر آخر تک صدق و راستی کا نمونہ ہو لیکن آخری عمر میں وہ اس بات کا عادی ہو جائے کہ دین کے معاملہ میں اور اللہ تعالیٰ کے متعلق وہ جھوٹ بولنے لگ جائے اگر یہ ممکن ہو تو قرآن کریم کی سچائی مشتبہ ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر حرف آتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ ۔

اسی طرح آپ لوگ اپنے ورود قادیان سے فائدہ اُٹھا کر یہ تحقیق بھی کریں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب

نے جو اپنے دعویٰ کے ثبوت میں آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن : ۲۷-۲۸) کو پیش کیا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کثرت سے غیب کی خبریں سوائے اپنے رسولوں کے دوسروں کو نہیں بتایا کرتا اور پھر اپنی بہت سی پیشگوئیوں کا ذکر کرکے قادیان کے ہندوؤں، سکھوں اور ان مسلمانوں میں سے جو آپ کے مخالف ہیں بعض کو بطور گواہ پیش کیا ہے آیا وہ لوگ حضرت مرزا صاحب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بات کی تصدیق کرتے ہیں یا اس سے انکار کرتے ہیں؟ اس وقت بھی ان گواہوں میں سے کئی آدمی زندہ موجود ہیں جو نہ صرف یہ کہ احمدی نہیں بلکہ احمدیت کے سخت دشمن ہیں ان سے آپ لوگ حلفیہ طور پر حضرت مسیح موعودؑ کے بیان کے متعلق شہادت لے سکتے ہیں اور اگر وہ لوگ شہادت دینے سے انکار کریں یا آپؑ کے بیان کی تصدیق کریں تو پھر آپ لوگ غور کریں کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹوں پر بھی کثرت سے غیب کی خبریں ظاہر کرے اور قرآن کریم کی آیت فَلَا یُظْهِرُ عَلٰی غَیْبِہٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰی مِنْ رَّسُوْلٍ کو اپنے فعل سے جھوٹا کر دے؟ میں ان لوگوں میں سے جن کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے شہادت کے طور پر پیش کیا ہے خصوصیت کے ساتھ لالہ ملاوامل صاحب کو پیش کرتا ہوں وہ آریہ ہیں اور ان کا خاندان قادیان میں آریہ مت کے قیام کے لئے خاص طور پر جوش رکھتا ہے۔ ان کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کے وہ حوالہ جات سنا کر جن میں انہوں نے لالہ صاحب کی شہادت کو پیش کیا ہے آپؑ کی مقرر کردہ حلف کے مطابق پوچھا جائے کہ کیا فی الواقع وہ ان باتوں کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں؟ اور جب آپ دیکھیں کہ لوگ شہادت سے جی چراتے ہیں یا یہ کہ دبی زبان سے ان امور کی تصدیق کرتے ہیں تو پھر سمجھ لیں کہ وہ مولوی جنہوں نے یہ وطیرہ اختیار کیا ہؤا ہے کہ تقویٰ اور دیانت کو ایک طرف رکھ کر بعض متشابہات کی بناء پر جن کا وجود ہر نبی کی پیشگوئیوں میں پایا جاتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اعتراض کرتے رہتے ہیں کہاں تک حق بجانب ہیں اور ان کے اس خطرناک رویہ سے بیزاری کا اظہار کرکے خدا تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہیں اور خود ہدایت پائیں اور دوسروں کے لئے ہدایت کا موجب بنیں۔

اسی طرح آپ قادیان کے لوگوں سے قادیان کی وہ حالت جو آج سے تیس سال پہلے تھی دریافت کریں اور پھر ایک طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ نے وعدہ کئے تھے ان کو دیکھیں اور قرآن کریم کی آیات وَقَدْ خَابَ مَنِ افْتَرٰی ۔ (طٰہٰ : ۶۲) جس نے جھوٹ باندھا وہ ناکام و نامراد رہ گیا اور وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا

اَوْکَذَّبَ بِاٰیٰتِہٖ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۔ (الانعام: ۲۲) (اور اس سے زیادہ ظالم کون ہے جس نے اللہ تعالیٰ پر افتراء کیا یا اس کے نشانوں کو جھٹلایا تحقیق ظالم کامیاب نہیں ہؤا کرتے) پر غور کریں اور دوسری طرف آپ کے سلسلہ اور کام میں جو روز افزوں ترقی ہو رہی ہے اس کو دیکھیں اور سوچیں کہ آیا یہ نصرت کبھی کسی مفتری علی اللہ کو ملی ہے اور پھر خاص کر اس قدر تحدی کی پیش گوئیوں کے بعد۔

اگر اس طریق پر آپ عمل کریں گے تو مَیں اللہ تعالیٰ سے یقین رکھتا ہوں کہ وہ آپ پر حق کھول دیگا اور آپ امام وقت کی مخالفت سے بچ جائیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا ۔ (العنکبوت: ۷۰) جو لوگ ہمارے راستہ میں ہمارے بتائے ہوئے طریقوں کے مطابق کوشش کرتے ہیں ہم ان کو ضرور اپنے سچے راستوں کی طرف راہنمائی کر دیتے ہیں لیکن اگر اس طریق سے آپ لوگوں کی تسلّی اور تشفی نہ ہو یا آپ اس طریق پر عمل کرنا اپنی کسرِ شان سمجھیں تو پھر ایک اور طریق بھی ہے اور وہ یہ کہ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر ایک عام جلسہ کیا جائے جس میں ایک نمائندہ آپ لوگوں کی طرف سے ہو اور ایک احمدیوں کی طرف سے اور مسائل مختلفہ پر تبادلہ خیالات ہو جائے اس تبادلہ خیالات کی غرض مباحثہ اور مناظرہ نہ ہو بلکہ حق کی تلاش اصل مقصد ہو۔ آپ کا نمائندہ بھی اور احمدیوں کا نمائندہ بھی قسم کھائے کہ مَیں جو کچھ کہوں گا سچ سچ کہوں گا اور ضد اور ہٹ نہیں کروں گا جو بات مجھے اپنی کمزور معلوم ہوگی اس کا اقرار کر لینے میں مجھے عذر نہ ہوگا اور اس پر مَیں اصرار نہیں کروں گا۔ اسی طرح سننے والوں کو بھی دونوں ہدایت کریں کہ یہ دین کا معاملہ ہے۔ ہم قیامت کے دن آپ کے جواب دِہ نہیں ہو سکتے۔ آپ لوگ اپنی خداداد عقل سے کام لیں اور جو بات آپ کو سچی معلوم ہو اس کے قبول کرنے سے جھجکیں نہیں اور یہ خیال دل سے نکال دیں کہ ہمارا مولوی جیت گیا یا دوسرا مولوی جیت گیا۔ مذہبی اختلاف جوئے بازی نہیں کہ اس میں جیت ہار کا فیصلہ کیا جائے۔ ہر شخص نے مر کر خدا تعالیٰ کے حضور جوابدہ ہونا ہے اگر ایک منٹ کی خوشی کے لئے بندہ اسے ناراض کر دے تو اس سے زیادہ جہالت اور کیا ہوگی۔ اس نیت اور ارادہ کے بعد جو تبادلہ خیالات ہوگا مَیں یقین رکھتا ہوں کہ وہ انشاء اللہ تعالیٰ بہت مفید ثابت ہوگا اور بہتوں کے لئے موجب ہدایت ہوگا۔

مَیں جانتا ہوں کہ آپ میں سے بہت سے لوگ اپنے دلوں میں یہ فیصلہ کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اپنے دعویٰ میں جھوٹے تھے مگر آپ لوگ اس امر پر بھی غور کریں کہ جب تک

زبردست دلائل اور خدا کی تائید ساتھ نہ ہو انسان اپنے فیصلہ میں غلطی کر سکتا ہے۔ ابھی دیکھئے ایک سال کے قریب ہی عرصہ ہؤا کہ قریباً تمام علماء نے یہ فتویٰ دے دیا تھا کہ ہندوستان دارالحرب ہے اور اب یہاں سے ہجرت کر جانا چاہئے۔ کس شان سے ہجرت کی تیاریاں ہوئیں مگر پھر کیا انجام ہؤا؟ شریعت کی بناء پر یہ فیصلہ دیا گیا تھا وہ شریعت اب بھی اسی طرح موجود ہے اور وہ حالات بھی اب تک موجود ہیں مگر ہجرت کا حکم منسوخ کرنا پڑا۔ یہ جلد بازی کا نتیجہ تھا میں نے اس وقت بھی کہہ دیا تھا کہ یہ کام اچھا نہیں اور اسلام کی تعلیم کے خلاف ہے اس کا انجام اچھا نہ ہوگا اور دشمنوں کو اس پر ہنسی کا موقع ملے گا چنانچہ اسی طرح ہؤا۔

اسی طرح نان کوآپریشن* کا فیصلہ تمام ہندوستان کے علماء نے آیات قرآنیہ کی بناء پر کیا اور بعض کے نزدیک تو گویا سارا قرآن کریم ہی اسی غرض سے نازل ہؤا تھا مگر باوجود اس کے اب تک سرکار کا کوئی دفتر یا کوئی محکمہ خالی نہیں ہؤا بلکہ خود مقتدیان اپنی اغراض و مقاصد کے لئے سرکار سے تعلقات قائم کرتے ہیں اور خود اپنے بیان کردہ فتویٰ کے خلاف کر رہے ہیں۔ یہ جوش بھی اب کم ہو رہا ہے اور تھوڑے دنوں میں جھاگ کی طرح بیٹھ جائے گا اور صرف اس قدر اثر اس کا باقی رہ جائے گا کہ دشمنانِ اسلام اسلام کے خلاف اس فتویٰ کو پیش کرتے رہیں گے۔ اس کے متعلق بھی میں نے بڑے زور سے مسلمانوں کو نصیحت کی تھی لیکن گو اس وقت ان کو وہ نصیحت بُری معلوم ہوئی مگر آج بہت سے لوگوں کے دل اس کی قدر محسوس کر رہے ہیں اور آئندہ اور بھی کریں گے۔

غرض انسان غلطی سے پاک نہیں ہے اور غلطیاں اس سے ہو جاتی ہیں۔ پس اس امر میں بھی آپ کو اس قدر اصرار سے کام نہیں لینا چاہئے اور سچے دل سے غور کرنا چاہئے تا ایسا نہ ہو کہ اس نعمت سے جو اللہ تعالیٰ نے بندوں کے لئے اُتاری ہے آپ محروم رہ جائیں۔

اگر یہ صورت فیصلہ بھی آپ کو منظور نہ ہو تو پھر ایک اور صورت میں پیش کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے حکم کے مطابق فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ (اٰل عمران: ۶۲) مباہلہ کر لیا جائے۔ میں یہ تجویز غصہ اور رنج کے ساتھ نہیں بلکہ بنی نوع انسان کی ہمدردی کو مدِّنظر رکھ کر پیش کر رہا ہوں اور امید ہے کہ آپ لوگ بھی اس کو اسی نظر سے دیکھیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ ہم لوگ رحیم نہیں ہو سکتے پس اگر بعض حالات میں آپ کو بھی

* NON COOPERATION

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اختلاف فی مابین کو مباہلہ کے ذریعہ سے مٹانے کی کوشش کریں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم لوگ اگر تمام باقی تدابیر کو بے فائدہ پائیں یا بے اثر دیکھیں تو اس تدبیر کے ذریعہ سے حق کے اظہار کی کوشش کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس ذریعہ سے ایک فریق ہلاکت کی زد کے نیچے آجائے گا مگر چند آدمیوں کی قربانی سے اگر ہزاروں لاکھوں انسانوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہو تو اس قربانی کو گراں نہیں سمجھنا چاہیئے۔ یہ خیال درست نہیں کہ کیوں خدا تعالیٰ سے نیکی نہ مانگی جائے اور اس کے عذاب کو طلب کیا جائے اگر وہ ہلاک کر سکتا ہے تو ہدایت بھی تو دے سکتا ہے کیونکہ ہدایت دینے کی طاقت اللہ تعالیٰ میں اب نہیں پیدا ہوئی بلکہ وہ ہمیشہ سے ہادی ہے مگر باوجود اس کے اس نے بعض حالات میں مباہلہ کی اجازت دی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ بعض حالات میں مباہلہ ہی فیصلہ کا آسان ذریعہ ہوتا ہے اگر صرف دُعا ہی فیصلہ کا ذریعہ ہوتا تو وہ اپنے رسولؐ کو جو رحمتِ مجسم تھا کبھی مباہلہ کی اجازت نہ دیتا پس جب اور کسی طرح فیصلہ نہ ہو تو مباہلہ فیصلہ کا بہترین ذریعہ ہے۔ اُمتِ محمدیہؐ ہمیشہ سے اس طریق فیصلہ کو صحیح سمجھتی آئی ہے اور اس پر عمل کرتی چلی آئی ہے۔ چنانچہ خود صحابہ میں سے بعض نے مباہلہ کے ذریعہ سے فیصلہ کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے اور امام ابن قیمؒ کا مباہلہ مشہور ہے۔ اس وقت کے علماء بھی مختلف موقعوں پر مباہلہ کے لئے دوسروں کو چیلنج دیتے رہے ہیں اور چیلنج قبول بھی کرتے رہے ہیں پس یہ نہیں کہا جاسکتا کہ مباہلہ ناجائز ہے یا مباہلہ طریق فیصلہ نہیں کیونکہ اگر مباہلہ ناجائز ہے تو پھر کیوں ہمیشہ سے مسلمان اس کو جائز سمجھتے آئے ہیں اور کیوں اس وقت کے علماء بھی ایک دوسرے کو مباہلہ کا چیلنج دیتے رہے ہیں اور اگر یہ طریق فیصلہ کا طریق نہیں تو قرآن کریم نے اس طریق کو کیوں پیش کیا ہے۔

بعض لوگ کہہ دیا کرتے ہیں کہ پہلے مباہلہ کا نتیجہ معیّن ہو جائے پھر مباہلہ ہو سکتا ہے مگر یہ لوگ اس قدر نہیں سمجھتے کہ وہ طریق معیّن کون کرے مباہلہ کے معنی تو یہ ہوتے ہیں کہ دو فریق دُعا کرتے ہیں کہ خدا جھوٹے پر لعنت کرے اور اس پر عذاب نازل کرے پس یہ کس طرح جائز ہے کہ ایک فریق دوسرے سے پوچھے کہ کیا عذاب آئے گا اگر دوسرے فریق پر واجب ہے کہ عذاب کی تعیین کرے تو اس پر بھی تو واجب ہے کہ عذاب کی تعیین کرے کیونکہ مباہلہ کرنے میں دونوں برابر ہیں بعض لوگ یہ کہا کرتے ہیں کہ مباہلہ کا نتیجہ یہ نکلنا چاہیئے کہ جھوٹا سؤر اور بندر بن جائے اور اسی وقت عذاب نازل ہو کر ہلاک ہو جائے۔ پس اگر احمدی اس بات کا اعلان کریں کہ ہم بندر بن جائیں گے اور اسی وقت آسمان سے آگ نازل ہو کر ہمیں جلا دے گی تب ہم مباہلہ کرتے ہیں۔ لیکن یہ لوگ یہ نہیں دیکھتے

کہ اگر احمدیوں کے سچا ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ ان کے مدمقابل کے لوگ مباہلہ کے بعد بندر اور سؤر بن جائیں اور اسی وقت آسمان سے بجلی گر کر ان کو جلا دے تو پھر یہ بھی تو ضروری ہے کہ اگر دوسرا فریق سچا ہے اور احمدی جھوٹے ہیں تو مباہلہ کے بعد احمدی بندر اور سؤر بن جائیں اور فوراً آسمان سے بجلی گر کر ان کو ہلاک کر دے۔ قرآن کریم سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو گا اس پر عذاب آئے گا نہ یہ کہ ایک فریق اگر جھوٹا ہو گا تو اس پر عذاب آئے گا دوسرا فریق خواہ جھوٹا بھی ہو اس پر کوئی عذاب نہیں آئے گا۔

بعض لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہمیں نزلہ یا زکام ہؤا تو آپ کہہ دیں گے کہ مباہلہ کے نتیجہ میں ایسا ہؤا۔ میں ان سے کہتا ہوں کہ نزلہ اور زکام صرف انہی کو تو نہیں ہوتا ہمیں بھی ہوتا ہے اگر ان کے نزلہ اور زکام کو ہم مباہلہ کا نتیجہ قرار دیں گے تو کیا وہ ہمارے نزلہ اور زکام کو نہیں پیش کر سکیں گے اور نہیں کہہ سکیں گے اگر یہ مباہلہ کا نتیجہ ہے تو یہ نتیجہ تو تمہیں بھی بھگتنا پڑا ہے۔

غرض مباہلہ کا اثر چونکہ دونوں میں سے جو جھوٹا ہو اس پر پڑتا ہے نہ کہ صرف ایک فریق پر اس لئے دونوں فریق کے حالات مساوی ہیں اور اس سے انکار کرنے کی کوئی وجہ نہیں مباہلہ کے بعد اگر دونوں فریق سے کوئی بھی بندر، سؤر نہ بنا یا فوراً آگ نازل ہو کر اس نے کسی فریق کو نہ جلا دیا تو ماننا پڑیگا کہ جو لوگ سمجھتے تھے کہ مباہلہ کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جھوٹا بندر اور سؤر بن جاتا ہے اور اسی وقت جلا دیا جاتا ہے اس کی غلطی تھی مباہلہ کا یہ نتیجہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ جس رنگ میں چاہے عذاب نازل کر دیتا ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ مباہلہ کے متعلق جس قدر شبہات ہیں بے بنیاد ہیں اور چونکہ اس کا اثر جو جھوٹا ہو اس پر پڑتا ہے نہ صرف ایک پر اس لئے دونوں فریق کے حقوق اس میں مساوی ہیں اور کسی کو عذر کی گنجائش نہیں۔ پس بہتر یہ ہے کہ اگر دوسرے طریق فیصلہ کے جو میں نے پیش کئے ہیں آپ لوگوں کو منظور نہ ہوں یا ان کا کوئی نتیجہ نہ نکلے تو فساد کے مٹانے کے لئے اس طریق سے فیصلہ کی کوشش کی جائے تاکہ ان لوگوں کو جو قوت فیصلہ نہیں رکھتے فیصلہ کرنے میں مدد ملے۔ یہ موقع نہایت عمدہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہمیں بھی اور آپ لوگوں کو بھی ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور سینکڑوں آدمی دونوں فریق کے ایک جگہ جمع ہیں ہر قسم کا انتظام اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہو سکتا ہے۔

بالآخر میں دوبارہ پھر آپ لوگوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ آپ لوگ اپنی ہی جانوں کے ذمہ دار نہیں ہیں بلکہ ہزاروں آدمی جو آپ کے اقوال کو خدا اور رسول کا کلام سمجھ کر آپ کی بات کو تسلیم کر لیتے ہیں ان

کے اعمال کے بھی آپ ذمہ دار ہیں۔ پس دیانت اور تقویٰ چاہتا ہے کہ آپ بہت سوچ سمجھ کر قدم اُٹھائیں اور ہار جیت کے خیال کو دل سے بالکل نکال دیں۔ میں آپ سے سچ سچ کہتا ہوں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت مرزا صاحبؑ کے دعوے کو یقین کے ساتھ صحیح سمجھتا ہوں اور قرآن کریم کے بتائے ہوئے معیاروں کے مطابق اسے درست پاتا ہوں اور میں نے اس کی صداقت کے نشان اپنے اندر بھی پائے ہیں اور اپنے اردگرد بھی مشاہدہ کئے ہیں۔ میں نے آپ پر ایمان لا کر اللہ تعالیٰ کی زبردست قدرتوں کا مشاہدہ کیا ہے اور میں آپ پر علی وجہ البصیرت ایمان لایا ہوں نہ صرف دلائل عقلیہ سے بلکہ مشاہدات یقینیہ کی بناء پر اور میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ کیا آپ لوگ بھی اپنے نفسوں میں اللہ تعالیٰ کے نشانات کو اسی طرح دیکھتے ہیں اور اس کی نصرت کو اسی طرح پاتے ہیں۔ اگر یہ بات نہیں اور آپ لوگ اپنے اور خدا تعالیٰ کے درمیان ایک دیوار حائل دیکھتے ہیں اور اس کی تائید اور نصرت کو اپنی ذات کے لئے مشاہدہ نہیں کرتے تو پھر سمجھ لیں کہ آپ کا انجام خطرہ میں ہے آپ خود بھی ایسی زمین پر چل رہے ہیں جس کا حال آپ کو معلوم نہیں اور ان لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے جا رہے ہیں جو آپ پر اعتبار کر کے اندھادھند آپ کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔

آخر میں میں اللہ تعالیٰ سے دُعا کرتا ہوں کہ وہ آپ لوگوں کو ہدایت دے اور وقت کے امام کی شناخت کی توفیق عنایت فرمائے اور آپ کے دلوں میں خشیت پیدا کرے اور دین کو کھیل اور تماشہ بنانے سے آپ کو بچائے اور اپنے بندوں پر رحم کر کے اسلام کے لئے ان کے دل کھول دے۔

اَللّٰھُمَّ اٰمِیْن

خاکسار

مرزا محمود احمد (خلیفۃ المسیح الثانی)

۲۵ر مارچ ۱۹۲۲ء